© rasailojaraid.com

ملامت کر رہا ہو تو وہ قدرتی طور پر باہر سے اپنی مدح و ستائش سننے کا آرزومند ہوتا ہے۔ آج اگرچہ وہ پرانے نواب اور بادشاہ اور پیشہ ور قصیدہ گو تو نہیں رہے۔ مگر اُن کی روح اُسی طرح موجود ہے۔ آج بھی کوئی حکمران جتنا حق و انصاف کے تقاضوں کو پسِ پشت ڈالتا ہے، اور قومی آرزوؤں اور اُمنگوں کی تکمیل کے بجائے انہیں کچلتا ہے اتنا ہی وہ اپنے آپ کو ایسے لوگوں کی معاونت اور دستگیری کا محتاج پاتا ہے جو اُس کی ہر صحیح اور غلط بات پر تعریف و توصیف کے ڈونگرے برساتے رہیں۔ اُس کی ہمیشہ یہی خواہش ہوتی ہے کہ اُس کے کان میں کوئی ناگوار آواز نہ پڑنے پائے اور جو آواز بھی آئے وہ مدح و ستائش سے لبریز ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حکومت کے ایوانوں میں باضمیر اور ملت کے حقیقی دردمندوں کے بجائے ایسے لوگوں کی پذیرائی ہونے لگتی ہے جنہیں اپنے مفادات دنیا کی ہر چیز سے عزیز تر ہوں۔ ان حالات میں فوج اور پولیس ایک گروہ کے اقتدار کی حفاظت کے لیے وقف ہو جاتی ہے، عدلیہ کو مفلوج کیا جاتا ہے، مقننہ کو انتظامیہ کا تابع فرمان بنایا جاتا ہے۔ انتظامیہ اپنے اصل فرائض انجام دینے کے بجائے برسرِ اقتدار طبقوں کو خوش کرنے میں منہمک رہتی ہے، اور جو لوگ حکومت کا ساتھ دینے والے ہوں انہیں نہ صرف ہر قسم کی سہولتیں اور آسانیاں میسر آتی ہیں بلکہ انہیں اس بات کی بھی کھلی چھٹی ہوتی ہے کہ وہ عوام پر جس طرح چاہیں دستِ ظلم دراز کریں۔ یہ لوگ ہر قسم کے مواخذہ سے محفوظ ہوتے ہیں۔

حال ہی میں صدر ناصر کے دستِ راست مارشل عبدالحکیم عامر نے دنیائے عرب کی تباہی پر ایک دستاویز کی صورت میں جو تبصرہ کیا ہے وہ درحقیقت پوری دنیائے اسلام پر تبصرہ ہے۔ اُس نے صاف کہا ہے کہ "فوج کو حکومت کے تحفظ کا ضامن ہونا چاہیے مگر اُسے حکومت کو عوام پر مسلط کرنے کا ذریعہ نہ بننا چاہیے۔" پھر مارشل نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے اور کسی فرد یا ادارے کو یہ حق سلب کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ یہ حق کوئی خیرات نہیں ہے جسے دستِ سوال دراز کر کے حاصل کیا جائے۔ یہ فطری حق ہے اور جو گروہ عوام کو اس سے محروم کرتا ہے وہ انصاف کا خون کرتا ہے۔ اس سلسلے میں اُس کے اپنے الفاظ قابلِ غور ہیں:

"میں کبھی یہ تصور نہ کر سکتا تھا کہ مصر میں آزادیٔ اظہارِ رائے کو کچلنے کا عمل مجھے بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آزادی کو ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر اسے محدود کر دیا جائے تو کوئی شخص بھی اس کی حدود سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ مجھے امید ہے کہ ہم جس عذاب سے دوچار ہوں اس سے وطن عزیز مصر اور دوسرے عرب ملکوں میں سبق حاصل کیا جائے گا۔"

مارشل نے اس ضمن میں ایک عرب دانشور وزیر سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :

" ایک عرب وزیر نے ایک بار مجھ سے کہا: کیا آپ کو یاد ہے کہ ۱۹۵۲ء سے پہلے اہل مصر حق کے لیے جدوجہد کیا کرتے تھے؟ پھر اب کیا ہو گیا ہے؟ اب کسی سیاسی، اقتصادی، فوجی یا سماجی واقعہ پر کوئی حقیقت پسندانہ تبصرہ نہیں ہوتا۔ کیا آپ تنقید سے اتنے خائف ہیں کہ اخبارات پر بادشاہت اور جاگیرداری کے سیاہ ترین ایام کی سی خاموشیاں مسلط کر دی گئی ہیں"؟

۱۹۶۵ء میں جب میں فرانس گیا تو میں نے دیکھا کہ فرانسیسی صدر ڈیگال کی بین الاقوامی عظمت اور وقار کا سرچشمہ کیا ہے۔ انہیں یہ عظمت قومی اسمبلی میں اپوزیشن، مختلف پارٹیوں اور آزاد پریس کی تنقید سے حاصل ہوئی ہے۔ یہ بات بڑی افسوسناک ہے کہ مصر میں آج مملوک کا زمانہ اور محلات اور درباروں کا دور عود کر آیا ہے۔ موقع پرستی اور خود غرضی کا دور دورہ ہے۔ میں نے صدر ناصر کی توجہ ان باتوں کی طرف مبذول کرائی۔ لیکن مجھ پر یہ ظاہر ہوا کہ وہ خود اس حالت کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

ایک روز میں نے صدر سے پوچھا کہ کیا انہیں علم ہے کہ فلاں فلاں نے اپنے رشتہ داروں کو امپورٹ لائسنس دیئے ہیں اور ان کے ساتھ اپنا حصہ رکھا ہے؟ اس پر صدر نے جواب دیا۔ ہاں بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ جب میں نے صدر سے کہا کہ اب اس رشوت و بدعنوانی کو ختم کرنے کا وقت ہے تو صدر نے کہا: فکر مت کرو عبدالحکیم۔ ان کا مستقبل میرے ہاتھ میں ہے اور وہ خوف یا لالچ کے تحت میری غیر محدود حمایت کے ضامن ہیں۔"

تھوڑی دیر کے لیے اس سوال کو نظر انداز کر دیجیے کہ یہ وصیت جو مارشل موصوف کی طرف منسوب کی گئی ہے حقیقی ہے یا وضعی، بلکہ صرف یہ دیکھیے کہ کیا تقریر و تحریر پہ پابندیاں عائد کرنے سے عوام کے جذبات غلط راستوں پر بہہ نہیں نکلتے اور کیا قوت کے بل بوتے پر لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہونے سے کوئی بھلائی کا کام کیا جا سکتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے؛ غیر محدود اقتدار صرف مدح و ستائش چاہتا ہے اور جو لوگ اپنے ضمیر اور ایمان کو فروخت کر کے یہ دھندا کرتے ہیں وہ اس کے بدلے مختلف قسم کی جائز و ناجائز مراعات کے طالب ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اقتدار کے زیر سایہ مختلف قسم کی بدعنوانیاں کرتے ہیں اور کوئی ان کا ہاتھ روکنے والا نہیں ہوتا اور اس طرح پورا معاشرہ ایک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مصر میں تو خیر جو کچھ ہوا ہے سو ہوا ہے، پاکستان میں بھی صورت حال کسی لحاظ سے بھی تسلی بخش نہیں۔ ایک دو روزناموں کو چھوڑ کر ملک کے باقی اخبارات بالواسطہ یا بلاواسطہ پریس ٹرسٹ کے قبضے میں ہیں، اور جو اس کے قبضے میں نہیں ہیں ان کا گلا بھی جابرانہ قوانین اور اشتہارات بانٹنے کی پالیسی نے گھونٹ رکھا ہے۔ ان اخبارات کا کام اب یہی رہ گیا ہے کہ وہ حقیقی حالات کو چھپائیں، حکمران طبقے کی مدح سرائی کریں، اُس کے دلپسند افکار و نظریات کی اشاعت کریں اور اُس تہذیب و تمدن کو فروغ دینے کا ذریعہ بنیں جنہیں برسر اقتدار طبقہ یہاں رواج دینا چاہتا ہے۔ جو اخبارات حکومت کے تسلط سے کسی حد تک آزاد ہیں اُن پر کئی قسم کی ناروا پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ کھل کر اظہار خیال نہیں کر سکتے۔ پھر جگہ جگہ دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی وجہ سے قوم اپنے خیالات کا اظہار تقریر کی صورت میں بھی نہیں کر سکتی۔ جس قوم کو نہ تو تحریر کی آزادی ہو اور نہ تقریر اور اجتماع کی وہ آخر اپنے دلی احساسات اور جذبات کو کیسے ظاہر کر سکتی ہے؛ اور حکمرانوں کو قوم کے خزانے سے تنخواہ لے کر، قوم ہی کے دیئے ہوئے وسائل و اختیارات استعمال کر کے خود قوم ہی کی زبان بند کرنے کا آخر کیا حق ہے؟

پھر دستور کے حلف کی یہاں جو مٹی پلید ہو رہی ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہاں کے حکمرانوں نے حلف تو اس بات کا اٹھایا ہے کہ وہ قرآن و سنت کے پابند رہیں گے اور اسلام کی رہنمائی میں امور مملکت چلائیں گے مگر عملاً قریب قریب اس کے برعکس کام ہو رہا ہے۔ قوم کو اسلام کی راہ پر آگے بڑھانے کے بجائے اس پر مغربی تہذیب مسلط کی جا رہی ہے۔ اور حکومت ہر اس تحریک کی تائید پر کمربستہ نظر آتی ہے جس میں اسلام سے انحراف کی ذرہ برابر بھی گنجائش ہو۔ اس سلسلے میں یُوں تو متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر میں یہاں صرف ایک مثال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیش کرتا ہوں ۔

مسجد کو اسلامی معاشرے میں جو مقام حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ وہ آخری حصار ہے جس میں اللہ کا دین پناہ لیتا ہے۔ چنانچہ جب ہم تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی کسی بگڑے ہوئے بادشاہ یا فرماں روا نے دین کے علمبرداروں پر عرصۂ حیات تنگ کیا تو انہوں نے مساجد میں بیٹھ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے پیغام کو زندہ رکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کا جو حصّہ ہم تک پہنچا ہے وہ ان مساجد اور ان کے بوریہ نشین ائمہ اور خطباء کا رہینِ منّت ہے۔ مگر دستور پر حلف اٹھانے کے باوجود آج محکمۂ اوقاف کے ہاتھوں ان مساجد کا جو حشر ہو رہا ہے وہ بڑا عبرتناک ہے ۔

فقہ اسلامی میں وقف کے بارے میں جو تعلیمات ملتی ہیں اُن کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک عبادت ہے جس کا مقصد اخروی ثواب ہے۔ صاحب ہدایہ نے اسے بمنزلہ زکوٰۃ و صدقات قرار دیا ہے۔ اس بنا پر اوقاف کی مقدس املاک کو کسی غیر اسلامی کام میں لگانا نہ صرف ناجائز بلکہ صریح حرام ہے۔ وقف سے حاصل کردہ آمدنی دین کے اُسی کام پر صرف کی جانی چاہیے جس کی واقف نے تصریح کی ہے۔ ہاں اگر وہ آمدنی بچ جائے یا واقف کی شرائط وقف میں کوئی چیز شرعاً صحیح نہ ہو تو ایک وقف کو اُسی نوعیت کے کام پر کسی دوسرے وقف میں، یا شرعاً صحیح مصرف میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً وقف مسجد سے جو آمدنی حاصل ہو اُسے انہیں مصارف میں صرف کرنا جائز ہے جس کو مسجد کی آبادی میں دخل ہے۔ البتہ اگر واقف اس امر کی تصریح کر دے کہ مسجد کے مصالح پورے کر کے جو آمدنی بچ جائے اُسے فقراء اور غرباء پر صرف کیا جا سکتا ہے تو پھر یہ جائز ہے۔ لیکن اگر واقف یہ تصریح نہ کرے تو پھر کسی صورت میں یہ آمدنی کسی اور کام پر صرف نہیں کی جا سکتی۔ فقہاء نے اس امر کی بھی صراحت کی ہے کہ اگر وقف سے حاصل کردہ آمدنی مصالح مسجد سے بچ جائے اور اس کے جمع رکھنے میں احتمال ضیاع ہو تو اس صورت میں اس فاضل آمدنی کو دوسری مسجد کے مصالح پر صرف کرنا چاہیے جو مسجد موقوف علیہ سے قریب ہو اور اگر اُس مسجد میں ضرورت نہ ہو تو اس کے بعد کی قریب ترین مسجد میں اُسے صرف کیا جا سکتا ہے (الدر المختار و ہدایہ)۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے انہی احکام کی روشنی میں اپنی فاضلانہ تصنیف امداد الفتاویٰ میں یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ فرمائی ہے کہ اگر واقف نے مصالح مسجد کے علاوہ

© rasailojaraid.com